رڈیارڈ کپلنگ کی تخلیقات اور ہندوستان کی تہذیبی معاشرت کی عکاسی

English Heading

ڈاکٹر ارشد محمود*

Abstract

Works of Rudyard Kipling and representation of Indian Culture & civilization Rudyard Kipling (1865-1936)is one of the most enthralling authors coming out of the colonial discourse simply because he was born in India and yet,he was a white man, a sahib.Much of Kipling,s writing both fiction and non fiction, focus on India.He lived in India and wrote during the late 19th and early 20th century at the height of the British Empire. His famous novel Kim proves certainly to be a prose Odyssey of Hindustan. This novel as well as his other short stories reflect a panoramic celebration of India having a fascinating array of native characters.

This article traces the reflections of Indian social and cultural environment in the works of Kipling especially in Kim and other short stories.

بعض انگریز مصنفین ہندوستان کی ثقافت اور روحانی فضا سے کچھ اس طرح متاثر ہوئے کہ انہوں نے ان موضوعات کو اپنی تحریروں میں سمونے کی کوشش کی۔ ایسے ہی نمایاں لکھنے والوں میں رڈیارڈ کپلنگ اور ای ایم فاسٹر جیسے لوگ شامل ہیں جنہوں نے اپنی تخلیقات میں ہندوستانی تہذیب و معاشرت کی بھرپور عکاسی کی

* اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج چکوال

ہے۔ان نمایاں مستشرقین کا اختصاص یہ کہ برطانوی زیرتسلط ہندوستان کے متعلق تحریریں ہی ان کی پہچان قرار پا گئیں۔ جوزف رڈیارڈ کپلنگ ایک انتہائی اہم مصنف اور تخلیق کار ہیں جو ۳۰ دسمبر ۱۸۶۵ء بمبئی (حالیہ ممبئی) میں ایک برطانوی جوڑے ایلس کنگ (Alice Kipling) اور جان لاک وڈ کپلنگ کے ہاں متولد ہوئے۔ اپنی جائے پیدائش سے محبت بھرے تعلق اور جذبات کا اظہار انہوں نے بمبئی شہر کے متعلق ایک نظم لکھ کر کیا جس کی چند سطور سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس شہر سے ان کی وابستگی کتنی محبت بھری تھی اور ساتھ ہی بمبئی کی بطور بندرگاہ اہمیت کا بھی پتہ چلتا ہے:

Mother of cities to me
for I was born in her gate
between the Palms and the sea
where the world steamers wait. (1)

پانچ برس کی عمر میں اپنی ہمشیرہ کے ساتھ انہیں انگلینڈ روانہ کر دیا گیا۔ وہاں زمانۂ طالب علمی میں کچھ تلخ تجربات کا سامنا کرنا پڑا۔ سکول کی تعلیم کے بعد یونائیٹڈ سروس کالج میں داخلے نے اسے ایک ایسا ماحول فراہم کیا جس نے اسے Stalky & Co جیسی کہانیوں کی کتاب کے لیے مواد فراہم کیا۔ بعد ازاں اس کی ملاقات اس کی بہن Trix کی دوست (Florence Garrard) سے ہوئی اور وہ کپلنگ کے پہلے ناول The Light that Failed کے کردار Maisic کی صورت میں جلوہ گر ہوئی۔ اس طرح ایک حقیقی کردار کو موضوع بنانے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے بیشتر کردار اور واقعات اس کی حقیقی زندگی میں سے ہی لیے گئے ہیں۔ اس کے بعد اس کے والد نے اُسے ہندوستان واپس بلا لیا اور اسے لاہور میں ملازمت دلا دی جہاں وہ خود بھی لاہور میوزیم میں کیوریٹر کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ لاہور میں قیام کے دوران کپلنگ نے سول ملٹری گزٹ میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر کام کیا اور اس اخبار کو اپنی پہلی محبوبہ قرار دیا جس سے اس کی محبت سچی تھی۔ (Mistress and most true love) قیام لاہور کے دوران اس کی پہلی نثری کتاب ۱۸۸۶ء میں "The Departmental Ditties" سے شائع ہوئی۔ اس کا خاندان ہر سال شملہ کے پہاڑی مقام پر چھٹیاں منانے ایک مہینے کے لیے اقامت پذیر ہوتا تھا۔ سو اس کے انہی تجربات کو بھی اس کی کہانیوں میں جگہ ملی۔ اس کے بعد ۱۸۸۸ء میں اس کی کتاب "Plain tales from the hills" شائع ہوئی۔ اس کے بعد کپلنگ نے الٰہ آباد میں ایک بڑے اخبار "The Pioneer" کے لیے کام شروع کر دیا۔ اسی عرصے میں

اس کا ادبی کیریئر عروج پر تھا کیوں کہ ۱۸۸۸ء تک اس کی شارٹ اسٹوریز کے چھ مجموعے شائع ہو چکے تھے۔ ۱۸۸۹ء کے اوائل میں وہ انگلستان روانہ ہو گیا مگر اس وقت تک انگلستان کے ادبی حلقے اس سے ناواقف ہی تھے۔ لندن میں ہی اس کے ناول The Light that Failed کے بعد اپنے برادر نسبتی Wolcott Balestier کی معاونت سے نولکھا "Naulakha" تحریر کیا۔ اس کے بعد کپلنگ اپنی بیوی کے ہمراہ امریکہ روانہ ہو گیا اور Bliss Cottage میں قیام کے دوران The Jungle Book تحریر کی۔ ۱۹۰۷ء میں کپلنگ کو نوبل انعام سے نوازا گیا۔

ناول ''کِم'' بنیادی طور پر "Mcclure" میگزین میں دسمبر ۱۹۰۰ء سے اکتوبر ۱۹۰۱ء تک سلسلہ وار شائع ہوتا رہا۔ جبکہ Cassell میگزین میں بھی ۱۹۰۱ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اسی سال میکملن اینڈ کمپنی نے اسے کتابی صورت میں شائع کیا۔ ''کم'' رڈیارڈ کپلنگ کی حیات اور کیریئر میں اتنا ہی ممتاز اور نمایاں ہے جیسا کہ انگریزی ادب میں خود اس کا اپنا مقام ہے اور اس کے طویل فکشن میں یہ ناول ہر پہلو سے واحد کامیاب مثال ہے۔ ناول کے پلاٹ کی تشکیل میں دوسرے عناصر کے علاوہ روس اور برطانیہ کی سیاسی چپقلش بھی شامل ہے جسے ناول میں عظیم سیاسی کھیل "Great game" کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح کچھ تاریخی واقعات کو بھی ناول کا حصہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے کیوں کہ تاریخ کا ناول میں شامل کرنا ماضی کو تاریخی رنگ میں پیش کرنا اور سماج کی عکاسی کرنا، یہ سب عناصر مل کر ناول کے بیانیے کو جاندار بناتے ہیں۔ ایسے ہی کپلنگ کا کِم بھی ہے۔ ناول میں دو مرکزی کردار ہیں ایک نوجوان کمبال اوہارا جو کہ ہندوستانی فوج کے سارجنٹ کا یتیم بیٹا ہے جبکہ دوسرا بوڑھا تبّتی درویش لاما ہے۔ اسی لاما کا چیلا بن کر کِم پورے ہندوستان میں گھومتا پھرتا ہے کیوں کہ لاما کو ایک ایسے دریا کی تلاش ہے جس میں نہا کر وہ اپنے گناہوں سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے۔

لاہور عجائب گھر کے باہر رکھی زمزمہ توپ پر بیٹھے ہوئے ایک نوجوان کا یہ سفر بوڑھے تبّتی درویش کے ہمراہ جاری رہتا ہے اور پھر عظیم کھیل کا حصہ بن کر اس کی ملاقات کئی لوگوں سے ہوتی ہے جن میں گھوڑوں کا افغان تاجر محبوب علی کرنل کریٹن، لرگان اور ہوری بابو شامل ہیں۔ اسی گریٹ گیم میں کِم برطانوی خفیہ ایجنسی کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے جن کا مقصد شمالی پنجاب میں روسی سازش کے ذریعے پھیلائی جانے والی بغاوت کو ناکام بنانا ہے۔ اسی دوران کِم کی اصلیت ظاہر ہونے پر اسے St. Xavier سینٹ زاویئر سکول میں تعلیم کے حصول کے لیے داخل کرا دیا جاتا ہے جبکہ چھٹیوں میں وہ اپنے گروہ کے ہمراہ سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ کِم

اور بوڑھا روسی جاسوسوں سے ملتے ہیں اور لڑکا ان کے کچھ کاغذات چرا لیتا ہے مگر وہ دونوں پکڑے جاتے ہیں اور بہت دکھ محسوس کرتے ہیں اور اسی پریشانی میں بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مگر کِم کی روحانی شفائی خوبیوں کی وجہ سے وہ دوبارہ صحت مند ہو جاتے ہیں اور بوڑھے کو یہ ادراک بھی ہوتا ہے کہ اسے کِم کے ذریعے مطلوبہ دریا مل گیا ہے۔

کپلنگ کا تناظر اس ناول میں بہت وسیع ہے اور وہ اس ملک، اس کے باشندوں، معاشرے، پہاڑوں میدانوں کو اپنے گہرے مشاہدے کی بنا پر دامن قرطاس میں یوں اجاگر کیا ہے کہ پوری تصویر قاری کی آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے اور یہ ایسی تصویر ہے جس میں اس کے متنوع رنگ پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ اپنی جائے پیدائش کے متعلق اسی ناول میں کپلنگ اپنے محبت بھرے جذبات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

A fair land... a most beautiful land in this of Hind... and the land of the five rivers is fairer than all. (2)

''یہ ایک خوبصورت سرزمین ہے اور ہندوستان کی سب سے پیاری سرزمین۔ یہ پانچ دریاؤں کی سرزمین سب سے اچھی۔''

یہ ناول انگریزی ادب میں تاریخی لحات کے حوالے سے اہم دستاویز بھی ہے اور جمالیاتی سنگِ میل بھی۔ اسے بقول نور حسین، ایڈورڈ سعید نے بھی ''روایت کی ایجاد'' کہا ہے۔

Kim as a major contribution to this orientalized India or imagination, as it is also to what historians have come to call invention of tradition. (3)

جب کہ یہ ناول محض ایک پروپیگنڈہ نہیں بلکہ کپلنگ کے عہد وکٹوریہ کے ہندوستان کے حوالے سے گہرے مشاہدے کا عکاس ہے۔ اس ناول کے ذریعے بادی النظر میں اس ملک اور اس کے باشندوں کے لیے مصنف کی محبت کے جذبات بھی عیاں ہوتے ہیں۔ جیسا کہ "Ian Makean Kipling" نے تحریر کیا ہے کہ یہ ناول:

The Novel, embodies a panoramic celebration of Indian, presenting as it is does, a magnificent picture of its landscapes, both urban and rural, and a fascinating array of Native characters who for the most part, are warm, generous and tolerant. (4)

''یہ ناول ہندوستان کی خوبصورت اور جیتی جاگتی تصویر پیش کرتا ہے جیسا کہ یہ ہے، اس کے میدانوں،

دیہاتوں اور شہروں کے مناظر کی شاندار تصویر کشی کرتا ہے اور مقامی کرداروں کی دلکش قطار جن میں سے اکثر پُر جوش، فیاض اور بردبار ہیں۔''

رڈیارڈ کپلنگ نے بلاشبہ اپنے مشہور ناول کم اور دوسری کہانیوں میں ہندوستان کو مرکزی اہمیت دی ہے اور اس کی تحریروں میں ہندوستانی حیات و معاشرت کا پورا نگارخانہ سجا ہوا ہے۔ تمدن کے تغیرات، ثقافتی قوس قزح، موسموں کے بدلنے کی کیفیات، وقت کی پے در پے گردشیں اور ہمہ قسم کی جزئیات کی عکاسی کچھ اس طرح سے کی گئی ہے کہ ناول کے اس جہانِ اصغر میں جہان اکبر کے بر مثل کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ لاہور ہو یا شملہ، بمبئی ہو یا کلکتہ، ہمالیہ ہو یا راجستھان، ناول کے صفحات میں ان کی چلتی پھرتی تصویریں دکھائی دیتی ہیں۔ یہاں کی سڑکیں، بازار، محلے، گھنے جنگلات، بہتے دریا، لہلہاتے ہوئے سرسبز کھیت، شادی بیاہ کی تقریبات، میلے ٹھیلے، تہوار اور معاشرے کے ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے متنوع کرداروں کی بے شمار دلآویز تصویریں ان اوراق میں جا بجا بکھری دکھائی دیتی ہیں۔ بے شک گردش ایام نے ان تصویروں کے نقوش بڑی حد تک دھندلا دیے ہیں مگر پھر بھی ان کے خدوخال آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اسی ضمن میں نرادسی چوہدری کی یہ رائے بھی اہم ہے جس میں انہوں نے ناول کم کو انگریزی زبان میں ہندوستان کو بطور موضوع برتنے والا بہترین ناول قرار دیا ہے۔

Kim is the finest novel in the English language with an Indian theme. (5)

کپلنگ کی کہانیوں میں ہمیں ہندوستان کی مٹی کی بوباس رچی ہوئی محسوس ہوتی ہے کیوں کہ عصری انسانی زندگی کی ہمہ جہتی حقیقت کو پوری طرح گرفت میں لینے کی کوشش کی گئی ہے اور اس ناول میں ہندوستان کے شہری، دیہاتی، میدانی، پہاڑی علاقوں کی دلکش اور مسحور کن تصویر کشی کی ہے جیسا کہ ایڈورڈ سعید نے بھی تحریر کیا ہے:

The Novel embodies a panoramic celebration of India, presenting as it does, a magnificient picture of its landscapes, both urban and rural, and a fascinating array of native characters who, for the most part, are warm, generous and tolerant. (6)

کپلنگ نے ہندوستان میں جس سیاسی اور سماجی ماحول میں زندگی گزاری اس کا بنظرِ غائر مشاہدہ کیا اور اپنے مشاہدات کو فنکارانہ انداز میں اس طرح پیش کیا کہ اس کی تخلیقات میں معاصر سماج کی جو تصویریں دکھائی

دیتی ہیں وہ شاید تاریخ کے اوراق میں دستیاب نہ ہوسکیں اور اس کی وجہ یہ بھی ہے ہندوستان مصنف کے خون میں شامل تھا اور اس نے ہندوستان کے بارے میں جو کچھ بھی تحریر کیا وہ اسی گہری محبت اور بغور مشاہدے کا ہی ثمر ہے اور اسے آج کے نقادوں اور مصنفین نے بھی بجا طور پر تسلیم کیا ہے جیسا کہ ڈاکٹر دشیانت نیماوت (Dr. Dushyant Nimavat) کی رائے ہے۔

He knew the wonderful walled city of Lahore from the in glove with men who led lives stranger than anything Haroon al Rashid dreamed of, and he lived a life wild as that of the Arabian Night, but missionaries and Secretaries of charitable societies could not see the beauty of it. (7)

ہمیں شہر کے بارے میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سڑکوں پر چمڑے سے بنی ہوئی مشک میں سقّہ لوگ پانی بھر کر لاتے تھے اور اس پانی سے سڑک پر چھڑکاؤ کرتے تھے۔

.....the water-carrier, sluicing water, on the dry read from his goat.... skim bag. (8)

جب کہ ایک اور موقعہ پر اسے اوئے بہشتی کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے اور میوزیم کے پاس چھڑکاؤ کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

Ohe, bhisti! he called to the water-carrier, sluicing the crotons by the Museum. (9)

پھر ہمیں ناول میں خاص چہل پہل والے لاہور کے بازار کا ذکر ملتا ہے جس کا نام موتی بازار ہے اور اس کے قریب ہی پنجاب یونیورسٹی کے ان طلباء کا ذکر ہوا ہے جو انگریزوں کی نقل اتارتے ہیں۔

He stopped; for there shuffled round the corner, from the roaring Motee Bazaar.... students of the Punjab University who copy English customs. (10)

مقامی روایت میں یہ دستور بھی تھا کہ کسی بڑے یا بزرگ کو دیکھ کر ان کو تعظیماً خاص قسم کے لقب سے پکارا جاتا تھا جیسے کوئی ہندو بزرگ ہے تو اس کو لالہ امرناتھ۔ کوئی مسلمان بزرگ ہے تو اسے میاں غلام رسول وغیرہ۔ مگر لاما کو دیکھ کر وہ اس طرح کا کوئی فیصلہ نہیں کر پایا کہ وہ اس کو میاں کہے یا لالہ، جس نے بڑی فصیح اردو میں پوچھا کہ بچو یہ بڑا سا مکان کیا ہے؟

O, children what is that big house? he said in a very fair Urdu;

The Ajaib-Gher, The wonder house! Kim gave him no title- such as Lala or Mian, He could not divince the mane's creed. (11)

یہاں ہمیں اس معاشرے کے کثیر المذاہب ہونے کا پتا بھی چلتا ہے اور کپلنگ ہندوستان کے دو بڑے مذاہب کا خاص طور پر ذکر کرتا ہے۔ اور ایک کو بت پرست (ہندو) جبکہ دوسرے کو محمڈن (مسلمان) لکھتا ہے:

And he is a stranger and a but-parast (Idolator), said Abdullah, the Muhammadan. (12)

جبکہ بعد میں بدھوں کی "Stupas and Viharas" کا ذکر بھی ملتا ہے اور لاما کی زبانی یہ الفاظ ادا ہوتے ہیں کہ آج کل شاندار مذاہب کے پیروکار بھی آپس میں دست و گریباں ہیں حالانکہ یہ ''سب مایا ہے'' اور فریب نظر ہے!

It is all illusion Ay, Maya, illusion. (13)

پھر ہمیں کم ایک سبزی فروش (کنجڑی) کے ساتھ تکرار کرتے ہوئے ملتا ہے اور کپلنگ کی فنکارانہ مہارت کی داد دینا پڑتی ہے کہ اس نے کس طرح مقامی ریت رسموں کا گہرا مشاہدہ کر رکھا ہے۔

He trotted off to the open shop of a kunjri, a low-caste vegetable-seller ----- down the Motee Bazar. She knew Kim of old. 'Oho, hast thou turned yogi with thy begging-bowl? (14)

اس سوال کے جواب میں کم نفی میں سر ہلاتے ہوئے بتاتا ہے کہ یہ آدمی ''یوگی'' "Yogi" (مقدس آدمی) سے زیادہ ''یاگی'' "Yagi" (بگڑا ہو بدمزاج) آدمی ہے۔

No, said Kim thy man is rather yagi. (bad tempered) than yogi (a holy man). (15)

اس سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان زمانۂ قدیم سے ہی سنتوں، سپاہیوں، جوگیوں اور سادھوؤں کا گہوارہ رہا ہے جبکہ اسلامی تصوف کے کئی حلقوں میں بھی ترک وتجدد کے جذبات موجود تھے۔ لہٰذا بعض اوقات مسلمان صوفی اور فقیر درویش بھی ہندو جوگیوں کی وضع قطع کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ یہ ایسا میل جول ہے جو اس زمانے کی معاشرتی زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی دکھائی دیتا ہے اور کئی مقامات پر کپلنگ نے اس کا ذکر بھی کیا ہے اور پیر و مرید ہو یا گرو چیلا یہ بھی اسی روایت کا حصہ ہیں:

It is my new chela (disciple) that is gone away from me, and I

know not where he is? (16)

گنگا ہندوؤں کا متبرک دریا ہے ان کے مطابق گنگا ہماچل کی بیٹی ہے اور یہ شروع شروع میں سورگ (بہشت) میں بہتی تھی۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ گنگا کے پوتر پانی میں نہانے سے گناہ بخشے جاتے ہیں اور نجات حاصل ہوتی ہے۔ گنگا کے کنارے آباد تیرتھوں میں کاشی (بنارس) اور ہری دوار خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ غالبؔ نے اپنی مثنوی چراغِ دَیر میں کاشی کو ہندوؤں کا کعبہ (کعبۂ ناقوسیاں) اور بہشت خرم کہا ہے۔ ہندوؤں میں مرے ہوئے کی راکھ اور ہڈیوں کو گنگا کے پانی میں بہانا ایک مذہبی رسم ہے۔ ناول کِم میں لاما کو بھی ایک ایسے شفائی دریا کی تلاش ہے جو اس کے لیے نروان کا باعث ہو۔ ایک مقام پر وہ استفسار کرتا ہے کہ بنارس کے قریب کونسا دریا بہتا ہے؟ جواب میں اسے بتایا جاتا ہے کہ وہ گنگا ہے۔

What river he ye by Benaras, we have Gunga..... (17)

پورے گنگا کے بارے میں یہ فلسفہ بھی سمجھا یا جاتا ہے کہ اس دریا میں غسل کرنے سے بندہ پاک صاف ہو جاتا ہے اور اس عمل کو قابلِ فخر گردانا جاتا ہے۔

That is Gunga. Who bathes in her is made clean and goes to the Gods. Thrice have I made pilgrimage to Gunga.' He looked round proudly. (18)

اس سے آگے ناول میں دوبارہ گنگا کا ذکر کچھ اس طرح ہوتا ہے:

There is Gunga - and Gunga alone - who washes away sin.' ran the murmur round the carriage. (19)

ہندوؤں کے مقدس دریا گنگا کے ذکر کے ساتھ ہی ناول میں بدھ مت کی رسم ستی، اپنشدوں کی پھیلائی ہوئی رہبانیت، برہمنوں کی نسل پرستی اور محبت کے علاوہ حسنِ عمل اور تہذیب نفس کا درس دیا گیا ہے۔ مہاتما بدھ کو نوعِ انسانی کے درد والم اور زندگی کی ناپائیداری کا بہت گہرا احساس تھا اور انہوں نے اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے تہذیب نفس کا طریقہ تلاش کرنے پر اپنی ساری توجہ مرکوز کی۔ انہوں نے نفس کشی کی جگہ ضبط نفس کی اور ترکِ عمل کی جگہ حُسنِ عمل کی تلقین کی جو ''اشٹ مارک'' یعنی آٹھ اصولوں پر مبنی ہے۔ یہ مذہب چوتھی صدی قبل مسیح سے تیسری صدی عیسوی تک ہندو مذہب کی جگہ پر ہندوستان کا قومی مذہب رہا اور اشوک جیسے بادشاہوں کی سرپرستی میں ہندوستان سے باہر دوسرے ایشیائی ممالک میں اسے فروغ حاصل ہوا۔ لاما اردو زبان میں مہاتما بدھ کا تعارف کرانے کے ساتھ ہندوستان کے بارے میں بڑی اہم بات بتاتا ہے کہ

ہندوستان نیک لوگوں کی سرزمین ہے اور مختلف زمانوں میں ان کی کئی ایک داستانیں بھی مشہور ہیں اور یہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔

Hear: for I speak of Him now! O people of Hind, listen; He began in Urdu the tale of the Lord Buddha, but, borne by his own thoughts, slid into Tibetan and long-droned texts from a Chinese book of the Buddha's life. The gentle, tolerant folk looked on reverently. All India is full of holy men stammering gospels in strange tongues; shaken and consumed in the fires of their own zeal; dreamers, babblers, and visionaries: as it has been from the beginning and will continue to the end. (20)

یہاں ہندوستانی ذہن کے اس پہلو کو سمجھنے کے لیے ہندوستان کی وسعت، اس کی بوقلمونی اور رنگارنگی کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ ایک کثیر المذاہب اور متنوع ثقافتوں کی حامل ایسی سرزمین ہے جس میں چھوٹے بڑے مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ آباد ہیں جن کے رسوم ورواج اور عقیدوں میں باہم گہرے اور وسیع اختلافات بھی پائے جاتے ہیں مگر وحدتِ حق کی مشترک منزل کے حصول کے لیے سبھی کوشاں رہتے ہیں۔

اس معاشرے میں مسلمان صوفیا بھی تھے جن کے تصوف میں معرفتِ حق کا راستہ روحانی تکمیل اور تہذیب نفس کا ہے۔ اس طرح کے پیروں کے صاحب حال اور صاحب کشف وکرامات ہونے کے متعلق مختلف قصے بھی عوام الناس میں مشہور ہیں اسی طرح کی ایک روایت اس ناول میں لدھیانے کا ایک سکھ سپاہی بیان کرتا ہے کہ ان کی رجمنٹ کے ساتھ ہی پیرزوئی "Pirzai Kotel" کے مقام پر ایک ''محمڈن رجمنٹ'' تھی وہاں ایک پیر بھی تھا جو غالباً 'نائیک' تھا اور جب اس پر خاص قسم کی کیفیت طاری ہوتی تو وہ مختلف قسم کی پیش گوئیاں اور غیب کی خبریں بتاتا تھا، کپلنگ کا اسی حوالے سے دلچسپ بیان ملاحظہ ہو:

Um!' said the soldier of the Ludhiana Sikhs. 'There was a Mohammedan regiment lay next to us at the Pirzai Kotal, and a priest of theirs - he was, as I remember, a naik - when the fit waon him, spake prophecies. (21)

یہاں پر لاما کے یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں جن میں وہ مایا "Maya" کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ

آج ہم عظیم مذاہب کے پیروکار باہم دست وگریباں ہیں اور یہ دنیا کیا ہے ایک فریب نظر ہے۔

It is all illusion. Ay, maya, illusion. (22)

ویدانی نقطہ نظر سے 'مایا' کا تصور بھی یہی ہے کہ کائنات فریب نظر ہے اگرچہ ڈاکٹر رادھا کرشن نے بھی بڑے دلچسپ انداز میں کہا ہے کہ دنیائے حقیقت میں ''مایا'' کی اپنی بھی ایک ہستی ہے اور ہندوفکر کی رو سے ''مایا'' خدا کا نقاب نہیں بلکہ اس کا لباس ہے۔'' (۲۳)

پھر عظیم لوگوں میں سے سکندر اعظم کا ذکر آتا ہے جو (۳۵۰-۳۲۳ قبل مسیح) تک مقدونیہ کا حکمران رہا اور ارسطو جیسے اُستاد کی صحبت پائی اور صرف بائیس برس کی عمر میں دنیا فتح کرنے کے لیے نکلا اس کی سلطنت کی سرحدیں یونان سے لے کر ہندوستان تک پھیل گئیں۔ ذوالقرنین کا قصہ قرآن مجید میں سورہ الکہف میں آیا ہے جبکہ بائبیل میں بھی اس تذکرہ موجود ہے یہاں کپلنگ ایک سکھ کی زبانی سکندر اعظم کی جالندھر میں پختہ سڑکوں اور امبالہ کے قریب بڑے تالاب کی تعمیر کا ذکر کرتا ہے اور وہ بتاتا ہے کہ وہ پختہ راستہ بھی آج تک موجود ہے۔

The last of the Great Ones,' said the Sikh with authority, 'was Sikander Julkarn [Alexander the Great]. He paved the streets of Jullundur and built a great tank near Umballa. That pavement holds to this day; and the tank is there also. (24)

اس گفتگو کے دوران میں ہمیں لاما کی لکڑی کی تسبیح کی ٹک ٹک کی مسلسل آواز سنائی دیتی ہے اور ساتھ ہی اس کے منتر اور ورد کی بھنبھناہٹ بھی سماعت سے ٹکراتی ہے۔

Om mane pudme hum! Om mane Padme hum! (25)

پھر ناول میں ہمیں گرینڈ ٹرنک روڈ، (جی ٹی روڈ) جو کہ درحقیقت شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی۔ شیر شاہ سوری نے مغل شہنشاہ ہمایوں کو شکست دے کر ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی اور عوامی فلاح اور کئی اصلاحاتی کارنامے سرانجام دیئے۔ اس نے سہسرام سے پشاور تک گرینڈ ٹرنک روڈ یا عرف عام میں جرنیلی سڑک تعمیر کروائی اور اس کے دونوں اطراف میں سایہ دار درخت بھی لگوائے۔ یہ سڑک ہندوستان کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک جاتی ہے۔ اس ناول میں گرو لاما اور اس کے چیلے کم کا سفر اسی سڑک پر جاری رہتا ہے۔ اور کپلنگ اپنی مہارت سے اس سڑک کا زبردست نظارہ پیش کرتا ہے جس کے گردوپیش میں زندگی کا ہنگامہ خیز سفر بھی جاری ہے اور اس پر مختلف مذاہب اور ذاتوں کے لوگ چلتے پھرتے ہیں گویا کہ ساری دنیا کی آمدورفت اس بڑی سڑک پر جاری تھی۔ اس سڑک کا تعارف کچھ یوں سامنے آتا ہے:

Three koss [six miles] to the westward runs the great road to Calcutta. (it was the Grand Trunk Road he meant). (26)

یہاں کپلنگ بڑی خوبصورت رائے اس عظیم سڑک کے بارے میں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بڑا خوبصورت اور حیران کن منظر نامہ ہے۔ یہ پندرہ سو میل لمبی سڑک ہے جس کے ارد گرد گنجان آباد ہندوستانی معاشرت اور ثقافت کے کئی رنگ بکھرے ہوئے ہیں اور یہ ایسا زندگی کا بہتا دریا ہے کہ اس کی مثال پوری دنیا میں اور کہیں نہیں ملتی۔

And truly the Grand Trunk Road is a wonderful spectacle. It runs straight, bearing without crowding India's traffic for fifteen hundred miles - such a river of life as no where else exists in the world. (27)

اسی سڑک کو کپلنگ نے پورے ہندوستان کی ریڑھ کی ہڈی قرار دیا ہے۔

See, Holy One - the Great Road which is the backbone of all Hind. (28)

چونکہ ناول میں کئی جگہوں پر ہندوستان کے مختلف علاقوں کی خوبصورت منظر کشی کی گئی ہے اور ناول کے صفحات میں ان علاقوں کی چلتی پھرتی تصاویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ زیر نظر پیراگراف میں بھی کپلنگ نے خوبصورت چمکیلی دھوپ، پرندوں کی چہچہاہٹ، لہلہاتے ہوئے سرسبز کھیت اور رہٹ کی روں روں کی لوری جیسی آواز جیسے منظر نامے کو زینت قرطاس بنایا ہے:

There was a drowsy buzz of small life in hot sunshine, a cooing of doves, and a sleepy drone of well-wheels across the fields. Slowly and impressively the lama began. At the end of ten minutes the old soldier slid from his pony, to hear better as he said, and sat with the reins round his wrist. The lama's voice faltered, the periods lengthened. Kim was busy watching a grey squirrel. When the little scolding bunch of fur, close pressed to the branch, disappeared, preacher and audience were fast asleep, the old officer's strong-cut head pillowed on his arm, the lama's thrown back against the tree-bole, where it showed like yellow ivory. A naked child toddled up, stared, and, moved by some quick impulse of reverence, made a solemn little obeisance before the lama - only the child was so short and fat that it toppled over sideways, and Kim laughed at the sprawling, chubby

legs. The child, scared and indignant, yelled aloud. (29)

''گرم چمکیلی دھوپ میں ہلکی پھلکی حیات کی نیم خوابیدہ بھنبھناہٹ، قمریوں کی صدائیں اور کھیتوں میں محوگردش رہٹ کی لوری جیسے روں روں کی مسحور کن آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ آہستگی سے پر اثر طریقے سے لاما نے آغاز کیا۔ دس منٹوں کے بعد بوڑھا سپاہی بھی کھسک کر اپنے خچر سے نیچے آ گیا تا کہ وہ اس کو بہتر طریقے سے سن پائے۔ وہ اس کی لگامیں اپنی کمر کے گرد لپیٹ کر بیٹھ گیا۔ لاما کی آواز میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ پھر وقفے نے طوالت اختیار کی۔ کِم ایک سرمئی رنگ کی گلہری کو دیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ جب وہ فر کا چھوٹا سا گچھا جو اس شاخ کے قریب دبا ہوا تھا وہ غائب ہو گیا پھر مبلغ اور سامع دونوں ہی گہری نیند سو چکے تھے۔ بوڑھے افسر کے تازہ تازہ تراشیدہ بالوں والے سر نے اس کے بازو کو بطور تکیہ نیچے رکھا ہوا تھا لاما کی پشت درخت کے تنے سے ٹکی ہوئی تھی جہاں پر یہ زردی مائل ہاتھی دانت جیسی تھی۔ ایک برہنہ بچہ رینگتے ہوئے آگے بڑھا۔ اور لاما کو غور سے دیکھ کر آداب و تعظیم بجالاتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ یہ بچہ چھوٹے قد کا اور فربہ تھا۔ اس لیے اسے یوں موٹی ٹانگوں پر رینگتے ہوئے دیکھ کر ہنسنے لگا۔ بچہ سہم کر اور قدرے برہم ہو کر اونچی آواز میں چیخنے لگا۔''

پھر پنجاب کے اس روایتی گیت کے بول سن کر تو ایسے لگتا ہے کہ گویا پنجاب کی دیہاتی ثقافت کے سارے رنگ بکھرے پڑے ہوں:

This is a handful of cardamoms,
This is a lump of ghee,
This is millet and chillies and rice,
A supper for thee and me! (30)

''یہ ہیں مٹھی بھر الائچیاں، یہ ہے مکھن کا پیڑا
یہ ہیں باجرہ، مرچیں اور چاول بھی
اور یہ میرے اور آپ کے لیے شام کا کھانا ہے''

برصغیر میں ہر دور میں مختلف رنگ، نسل، ثقافت و مذہب کے لوگ آباد رہے ہیں۔ سماجی، ثقافتی، نسلی، سیاسی اور مذہبی جذبات اور اقدار کو کپلنگ نے نہایت فنکارانہ طریقے سے پیش کیا ہے۔ مذہب انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے۔ اس لیے ہر زمانے میں سماج میں اسے بے حد اہمیت حاصل رہی ہے۔ اسی لیے معاصر ادب میں بھی اس کی عکاسی کی گئی ہے۔ کپلنگ نے بھی ان مختلف مذاہب کو اپنے ناول کِم

میں اجاگر کیا ہے مثلاً ہندوؤں کے مذہبی عقیدے کے بارے میں لکھتے ہیں'' کہ وہ مقدس گائے کی پوجا کرتے ہیں''

"Hindus pray to the Holy Cow." (31)

اس کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں کی روایتی پگڑیوں کے رنگوں کے حوالے سے محبوب علی کی زبانی یوں آگاہی ملتی ہے:

'Then in God's name take blue for red,' said Mahbub, alluding to the Hindu colour of Kim's disreputable turban. (32)

مسلم کردار محبوب کے لئے حاجی "Hajji" لفظ استعمال کیا ہے جو خالصتاً اسلامی ہے اور پھر محبوب کی اسلامی انداز میں تراشیدہ مونچھوں کا بھی خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

Mahbub's lips twitched under his well-pruned Mohammedan moustache.(33)

اسی ناول میں کپلنگ نے مقامی زبانوں کے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ بھی قابل غور ہیں جو ناول کی انگریزی سطور میں پوری تابنا کی اور رعنائی کے ساتھ جلوہ گر ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ کپلنگ کے پاس ایسے الفاظ وتراکیب کا وسیع ذخیرہ ہے۔ انہوں نے یہ الفاظ اس بے ساختگی کے ساتھ استعمال کیے ہیں کہ ان کی غرابت اور نامانوسیت بالکل ختم ہوگئی ہے اور زبان وبیان کی لطافت اور شگفتگی بھی برقرار رہتی ہے۔ بذات خود یہ تحقیق کے لیے ایک وسیع موضوع ہے جو کہ ہمارے مطالعے کا موضوع نہیں ہے۔ مگر ذیل کی سطور میں کچھ ایسے الفاظ کی نشاندہی کی جاتی ہے جو کہ کپلنگ نے بڑی مہارت کے ساتھ ناول میں استعمال کیے ہیں۔

ساتھ ہی ناول نگار نے انگریزی میں اس کے جو متبادلات دیے		اصل الفاظ جو ناول میں استعمال ہوئے
Magic House	Jadoo-ghar	جادوگھر
A hillman	Pihari	پہاڑی
Idolater	But-parast	بت پرست
An illusion	Maya	مایا
Crystal	Bilaur	بلور

Vegetable-seller	Kunjri	کنجڑی
A holy man	Yogi	یوگی
Bad tempered	Yagi	یاگی
Water-carrier	Bhishti	بہشتی
Foreigner	Pardesi	پردیسی
Disciple	Chela	چیلا
Pilgrimage	Hajji	حاجی
The Hell	Jehannum	جہنم
The Artillery	Top-khana	توپ خانہ
Beggars	Fakirs	فقیر
Butter	Ghee	گھی
Rogue	Nut-cut	نٹ کٹ
A hill woman	A Pahareen	پہاڑین
School	Madrissa	مدرسہ
A sweet	Balushahi	بالوشاہی
A Muslim sect	Sunni	سُنّی
Sweepress	Mehtrani	مہترانی
Sweeper	Bhungi	بھنگی

رڈیارڈ کپلنگ کی کہانیوں کے جائزے سے بھی اہم بات یہ سامنے آتی ہے کہ اُس کی تحریروں میں ہندوستان کو ایک نمایاں اہمیت حاصل رہی ہے کیوں کہ اس کے دل میں ہندوستان کے لیے خاص مقام تھا۔ وہ دنیا بھر میں کہیں بھی گیا مگر ہندوستان اس کے دل و دماغ پر ہمیشہ حاوی رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تخلیقات کا واحد اور گہرا پس منظر ہندوستان ہی ہے۔ کچھ نقادوں کے مطابق کپلنگ کی ہندوستان کے متعلق کہانیوں کے دو

بڑے گروپ ہیں۔ایک وہ جو اینگلو انڈین سوسائٹی اور شملہ سے متعلق ہیں جبکہ دوسرے گروپ میں ہندوستان کے مقامی باشندوں بشمول ان پڑھ اور تعلیم یافتہ کے بارے میں تحریر کردہ کہانیاں ہیں جبکہ ہنری جیمس "Henry James" نے ہندوستان کے بارے میں کہانیوں کو تین بڑے گروپوں میں تقسیم کیا ہے اور ان میں اول الذکر اور زیادہ اہم مقامی باشندوں کی رسوم و رواج، معاملات اور معاشرت کی عکاسی کرنے والی کہانیاں ہیں جو کہ مصنف کے گہرے مشاہدے اور اس کی دلچسپی کا ثمر ہیں۔

Kipling's Indian impressions divide themselves into three groups, one of which, I think, very much outshines the other. First to be mentioned are the tales of native life, curious glimples of custom and superstitions, dusry matters not beholden of the many, for which the author has a remarkable flair. (34)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کپلنگ کو انگریزی ادب میں بہترین کہانی کار تسلیم کیا جاتا ہے۔اس کی شارٹ سٹوریز کے بڑے مجموعے حسب ذیل ہیں:

Plain Tales from the Hills (1888)
We Willie Winkie (1888)
Soldiers Three (1888)
Life's Handicap (1891)
Many Inventions (1893)
The Jungle Book (1895)
The Second Jungle Book (1895)
In Black and White (1897)
The Day's Work (1898)
Phantom Rickshaw (1898)
Stalky and Company (1899)
Just so Stories (1902)
Traffics and Discoveries (1904)
Puck of Pook's Hill (1906)
The Eyes of Asia (1919)

مگر یہاں تصویر کا دوسرا رُخ پیش کرنا بھی ضروری ہے اور اس کے لیے بھوپال سنگھ کے مؤقف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔کیوں کہ اس کے خیال میں کپلنگ نے حقیقی ہندوستان کی عکاسی کرنے کی بجائے

کچھ ابنارمل اور پراسرار عناصر کو اجاگر کرنے میں زیادہ زور قلم صرف کیا ہے:

It is the abnormal and mysterious element in our life that Kipling constantly emphasizes. (35)

لیکن یہاں پر اس بات سے انکار بھی ممکن نہیں ہے کہ کپلنگ نے اگرچہ ہندوستان کے بارے میں سب کچھ اور اس کے تمام کرداروں کے بارے میں نہیں لکھا۔ مگر جو کچھ اس نے انتخاب کیا ہے وہ ہندوستان سے باہر کا نہیں ہے۔ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ حقیقی ہندوستان صرف وہ نہیں ہے جیسا کہ کپلنگ نے اپنی کہانیوں میں دکھایا ہے اور وہ کچھ نہیں دکھایا جو حقیقی ہندوستان ہے یعنی ہندوستان کا عام آدمی، غریب کسان، مزدور، غربت اور بیماری کا شکار عام آدمی، اور پھر یہاں کی فقیر درویش، مذہبی تصوف، یہاں کی توہمات اور مختلف قسم کے عقائد و مذاہب وغیرہ جو کہ اصل ہندوستان ہیں۔

مذکورہ کہانیوں کے مجموعے کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں ان میں قابل ذکر تعداد ان کہانیوں کی ملتی ہے جو کہ ہندوستان کی مقامی آبادی اور تہذیب و معاشرت کی ترجمان ہیں۔ اور ان کو پڑھ کر ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ کپلنگ ان دوسرے اینگلو انڈین لکھاریوں سے منفرد ہے جنہوں نے خصوصاً ہندوستان کی سرزمین کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا ہے۔

ان کہانیوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کپلنگ کی کہانیوں کا خمیر ہندوستانی تہذیب اور معاشرے سے اٹھایا گیا ہے ہمیں اس کی تحریروں میں مختلف فرقوں کی مکمل تصویر بھی نظر آتی ہے اور نظریاتی اختلافات کے باوجود مذہبی ہم آہنگی کا منظر نامہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ مسائل زدہ طبقات کی خستہ حالی جھلکتی ہے اور حالات کو بدلنے پر مصر سیاسی و سماجی شعور انگڑائیاں لیتا بھی محسوس ہوتا ہے۔ گویا برصغیر کا پورا معاشرہ قاری کے تخیل پر تمام رنگوں سمیت جلوہ گر ہوتا ہے کپلنگ نے بعض اوقات حقیقی واقعات اور تاریخی کرداروں کی مدد سے ان کہانیوں کو نیم دستاویزی انداز میں بیان کر کے کثیر الجہتی اور مقامی نقطہ نظر کے ساتھ ساتھ ذاتی ردعمل کے اظہار کو بھی حوالۂ قرطاس کیا ہے۔ ان کی کہانیاں برصغیر کے زمینی حقائق کی تصویر کشی پر مشتمل ہے جنہیں پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ وہ بھرپور عصری شعور سے بھی بہرہ ور ہیں جو قدم قدم پر ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ بطور مجموعی ان کہانیوں میں کلاسیکی ادب کا سا وقار جھلکتا ہے۔

حوالہ جات

(1) Rudyard Kipling, Poems, The World's Poetry Achive, 2004, p: 149

(2) Rudyard Kipling, Kim, Puffin Classics, 1987, p:195

(3) "Edward Saed, Culture and Imperialism, p:196

(4) Ian Makean Kipling, Kim, Rudyard Kipling title page, quoted by Medrea Nicoleta in India as a Social Historic Metaphor, Romania, p:373

(5) Nirad C. Chaudhari, The finest story about India in English, in John Gross, The Age of Kipling, Newyork, 1972, p:29

(6) Said, Edward, Introduction, in Kim, by Rudyard Kipling, Penguine Classics, 2000, p:

(7) Kim, p:9

(8) Kim, p:10

(9) Kim, p:25

(10) Kim. p:25

(11) Kim, p:12

(12) Kim, p:14

(13) Kim, p:18

(14) Kim, p:23

(15) Kim, p:23

(16) Kim, p:26

(17) Kim, p:47

(18) Kim. p:47

(19) Kim, p:48

(20) Kim, p:48

(21) Kim, p:48

(22) Kim, p:18

(23) Daine Collinson, Fifty Eastern Thinkers, Key books, Newyork, 2002, p:170

(24) Kim, p:49

(25) Kim, p:48

(26) Kim, p:64

(27) Kim, p:79-80

(28) Kim, p:79

(29) Kim, p:77

(30) Kim, p:78

(31) Kim, p:114

(32) Kim, p:176

(33) Kim, p:177

(34) Henry James, Introduction to Mine Own People, Manhattan Press, Newyork, p:165

(35) Bhupal Singh, A Survey of Anglo-Indian Fiction: Oxford University Press, London, 1934, p:72